

عقیدہ آپ نے بیان کیا ہو یا جو حکم آپ نے ارشاد فرمایا ہو، وہ اسی طرح ایمان و اطاعت کا سہی ہے جس طرح کوئی ایسا عقیدہ یا حکم جو قرآن میں آیا ہو۔ لیکن قول رسول اور وہ روایات جو حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں، لازماً ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ اور ان کے استناد کے لحاظ سے آیات قرآنی کا ہم پلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ آیات قرآنی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے، بخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے۔ جس قول یا فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی حضور کا ہے یا نہیں۔ جو سنتیں تو اتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک منتقل ہوئی ہیں یا جو روایات محدثین کی سلسلہ شرائط تو اتر پر پوری اترتی ہیں وہ یقیناً قابل انکار حجت ہیں، لیکن غیر متواتر روایات سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علمائے اصول میں یہ بات مستحق علیہ ہے کہ غیر متواتر روایات احکام کی ماخذ تو ہو سکتی ہیں لیکن ایمانیات کی ماخذ نہیں ہو سکتیں۔

(۲) جو باتیں اپنے ڈاڑھی کے متعلق تحریر فرمائی ہیں ان پر میں اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ بحث کر چکا ہوں اور اب خواہ مخواہ ایک ہی بات کو سمجھ جانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ صاف بات ہے کہ اگر کسی خود سئلے میں میرے ذہن لائل سے آپ کا اطمینان ہو جائے تو بہتر ہے، اور اطمینان نہ ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں آپ اُس معاملہ میں میری رائے کو غلط سمجھ کر رد کر دیں اور جو کچھ خود صحیح سمجھتے ہوں اس پر عمل کریں۔ اس قسم کے جزوی مسائل میں ہم مختلف رائے رکھتے ہوئے بھی ایک ہی دین کے پیرو رہ سکتے ہیں اور اس دین کی اقامت کے لیے مل کر کام کر سکتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ میں جماعت میں شامل ہونے ہی والا تھا کہ یہ دو چیزیں میرے سامنے آ گئیں اور انہیں دیکھ کر میں رک گیا۔ اس رک جانے کو آپ شاید کوئی تقویٰ کا فعل سمجھتے ہوں گے، لیکن آپ فوراً غور کریں گے تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ فی الواقع آپ تقویٰ کا مفہوم غلط سمجھا ہے اور اسی وجہ سے ایک غیر متبیینہ فعل کو تقویٰ فہم سمجھ کر آپ گمراہ ہو گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ جہتِ اصلاح ہے یا اقامتِ مکتبہ؟ یہ نبی جو ہر مکتبہ میں ایمان کا مقتضا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ اس دو میں ایمان کو رہا مکتبہ کے ماتھے پہنے کے لیے صرف جماعت اسلامی ہی کی راہ اختیار کی جاسکتی ہے اور یہ کہ اس نظریے کو قبول کرنا دوسرے پھیلانے والے مسلمانوں کی فتنہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تقاضائے ایمان اور اس فتنہ کی طرف بڑھتے ہوئے

آپ کا صرف اس لیے رک جانا کہ ایک علمی مسئلہ کی تعبیر اور ایک جزوی فقہی مسئلے کی تحقیق میں آپ جماعت کے خادم کی رائے کو غلط پاتے ہیں، آخر کس قسم کا تقویٰ ہے؟ فقہی و علمی اختلاف تو خیر بہت چھوٹی چیز ہے کہ اس کے لیے فریقین کے پاس شریعت سے دلائل موجود ہوتے ہیں، اس ثابت شدہ سنتوں کے متعلق آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان کی خلاف ورزی دیکھ کر بھی اگر آپ فرض سے اجتناب کر جائیں تو کیا یہ پرہیزگاری ہے؟ مثلاً آپ دیکھیں کہ امام نے مسجد میں داخل ہوتے وقت بایں قدم پہلے رکھا اور یہ دیکھتے ہی آپ جماعت چھوڑ کر سجد سے پلٹ آئیں، یا آپ دیکھیں کہ اسلامی فوج کے جنرل نے اسٹے ہاتھ سے پانی پی یا پھینک آنے پر احمد لہذا کہا اور اس خلاف سنت حرکت سے متفر ہو کر آپ میدان جہاد سے پلٹ آئیں تو کیا واقعی اس کو آپ پرہیزگاری سمجھینگے؟ آپ کو موازنہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیا چھوڑا تھا اور آپ نے کیا چھوڑ دیا۔ وہ بڑا غلط کار تھا کہ اس نے ایک پیسہ ضائع کیا، مگر آپ نے تو اس کے جواب میں خزانہ برباد کر دیا، پھر بتائیے کہ زیادہ بڑا غلط کار کون ہوا؟ تاہم یہ آپ کا قصور نہیں ہے بلکہ آج کل دیندار کا امام ڈھنگ یہی ہے کہ اشرفیاں لٹیں اور کوہلوں پر فہر۔

(بقیہ صفحہ ۱۲) کوئی طلب کیا اور یہی طریقہ ان تمام حالات میں نتیجہ خیز ہو سکتا ہے جبکہ کسی جزوی اصلاح کی جگہ کلی اصلاح کی ضرورت درپیش ہو۔ آج ہم اس ملک کے اندر اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ایک نظام حق قائم ہوا اور اس کے اندر کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو اور ہمیں اس کی اصلاح کرنی ہو بلکہ صورت حال یہ ہے کہ اس ملک کے نظام حق بالکل خست ہو چکا ہے اور ہمیں از سر نو اس کے قیام کی دعوت بلند کرنی ہے۔ اس مقصد کے لیے دعوت کی ترتیب صرف وہی صحیح اور مفید ہو سکتی ہے جس کی اوپر ہم نے تفصیل کی ہے۔ اں اگر یہاں ایک نظام حق برپا ہوتا اور اس کے کسی شعبے میں خرابی نمودار ہوتی تو صرف وہ شعبہ ہماری توجہ کا مستحق ہوتا لیکن جہاں دعوت عام کا سوال پیدا ہو چکا ہو وہاں لازم ہے کہ حضرات انبیائے کرام کے طریق پر دعوت عام بلند کی جائے اور اس دعوت میں سب سے پہلے اس ملک کے ذہین اور کارفرما عناصر کو خطاب کیا جائے۔ عام اس سے کہ وہ مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں یا غیر مسلموں سے۔ یہ سوال کے پہلے جز کا جواب تھا۔ آئندہ ہم سوال کے دوسرے حصہ پر بحث کریں گے۔